بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ٹیلیفون نمبر ۳۲ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۵۷۰

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ — عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل قادیان

یوم سہ شنبہ

جلد ۳۲	۱۳ ماہ احسان ۱۳۲۳ ہش	۲۱ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ	۱۳ جون ۱۹۴۴ء	نمبر ۱۳۶

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۲ ماہ احسان۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ۱۰ ماہ احسان کو بذریعہ فون جو اطلاع موصول ہوئی وہ یہ تھی حضور کی طبیعت بخار کی وجہ سے ناساز ہوگئی تھی لیکن کچھ دیر کے بعد خدا تعالٰے کے فضل سے طبیعت درست ہوگئی۔ اور نماز جمعہ حضور نے خود پڑھائی۔ اور خطبہ پڑھا۔ نیز دو گھنٹہ مجلس میں تشریف فرما ہو کر مختلف امور پر گفتگو فرماتے رہے۔ شام کو پھر طبیعت ناساز ہوگئی۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ حرم اول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بخار اور پیچش کی وجہ سے ناساز ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو کل سے حبس البول اور اسہال کی شکایت ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

کل شیخ مظفر احمد صاحب نے اپنے لڑکے ڈاکٹر ممتاز احمد صاحب کے ولیمہ کی دعوت دی۔ جس میں بہت سے

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک نہایت مُبشّر رؤیا

ڈلہوزی ۹ جون۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے آج آٹھ جون ۴۴ء کی رات کو رؤیا میں دیکھا۔ کہ میں ایک جگہ نماز پڑھا رہا ہوں۔ وہ جگہ موجودہ مسجد سے بہت فراخ ہے۔ کچھ لڑکے شور کرتے ہیں۔ اس پر ان میں سے کسی کو غالباً ایک پہرہ دار نے ڈانٹا یا شاید کوئی تھپّڑ بھی مار دیا۔ اس لڑکے نے شور مچانا شروع کر دیا۔ جس پر پولیس کا ایک افسر آکر تحقیق کرنے لگا۔ مگر مجھے دیکھ کر ادب کا طریقہ اُس نے اختیار کر لیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب مرحوم عمدہ لباس میں اور جوانی کی عمر میں حتّٰی کہ سب ڈاڑھی سیاہ ہے آکر سامنے بیٹھ گئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ مفتی صاحب آپ کہاں چلے گئے تھے (خواب میں اُن کو وفات یافتہ نہیں سمجھتا) اس پر وہ کہتے ہیں۔ کہ میں قادیان سے باہر چلا گیا تھا۔ اب آپ فرمائیں تو قادیان واپس آجاؤں۔ میں نے اُن سے بڑے زور سے کہا کہ ضرور واپس آجائیں۔ اس پر وہ کہنے لگے۔ کہ میں نے فضل نرس کے لڑکے بشیر احمد سے اپنی ایک لڑکی کی شادی کر دی ہے۔ اس پر میں نے تعجّب سے کہا۔ کہ وہ تو کچھ آوارہ سا لڑکا ہے اور تعلیم بھی کوئی نہیں۔ اس پر وُہ کہتے ہیں کہ نہیں اب وہ اچھا ہے اور اُس نے تو اب ایم۔ اے پاس کر لیا ہے۔ اُن کا مطلب یہ ہے کہ میں اب اُس کو بھی ساتھ لاؤں گا۔ اور میں نے اُسے بھی پسند کر لیا۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب نہایت مُبشّر ہے۔ فضل الرحمٰن نام مُبشّر ہے۔ پھر فضل کا نام اور بشیر احمد کا نام تینوں مبشّر ہیں۔ اسی طرح مفتی صاحب طبیب تھے اور فضل نرس ہے۔ دونوں پیشوں میں آرام صحت اور مواسات اور ہمدردی کے معنے پائے جاتے ہیں۔ دوسرے مردوں اور عورتوں کی بیماریوں کے علاج کی طرف بھی اشارہ ہے۔ غرض سب نام اور کام اس میں مبارک اور مُبشّر ہیں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ ایک نئے طور پر اللہ تعالٰے کا فضل اور اس کی مواسات اور ہمدردی اور خیر خواہی اور بشارت قادیان پر نازل ہونیوالے ہیں۔ فالحمد للہ علٰی ذالک (خواب میں جو فضل نرس اور بشیر احمد اُس کے بیٹے کا ذکر ہے۔ یہ فی الواقع بھی موجود ہیں۔ مگر خواب میں اُن کے دیکھنے سے مراد اُن کا دیکھنا نہیں بلکہ مراد ناموں اور کاموں کی تعبیر ہے)

خاکسار

مرزا محمود احمد

ایڈیٹر:- غلام نبیؐ

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے شائع کیا۔

مغفرتِ الٰہی کی کیفیات اور نظارے

(از حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب)

ایک مرتبہ میں مغفرتِ الٰہی کے مضمون پر غور کر رہا تھا۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سوچ کر لطف اٹھا رہا تھا۔ کہ میرے ذہن پر ایک ربودگی طاری ہو گئی اور بعض ایسے نظارے نظر کے سامنے سے گذرے۔ جن کے ساتھ میرے اس مضمون کا تعلق ہے۔ اب خواہ ان معاملات کو دماغی تصور سمجھ لیں خواہ خیالات کی رو خواہ نیم مکاشفہ کی حالت۔ اس کا کوئی اثر اصلیت پر نہیں پڑتا۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ایک علمی بات معنوی حالت سے الگ صُوری شکل پکڑ گئی۔ ورنہ مطلب اور حقیقت دراصل ایک ہی ہے۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں ایک عظیم الشان دروازہ جیسا کہ شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبوں میں نصب کیا جاتا ہے کچھ سے کچھ فاصلہ پر لگا ہوا ہے۔ نزدیک گیا تو اس کے اوپر نہایت خوبصورت حروف میں لکھا ہوا تھا کل یوم ھو فی شان۔ اور اس بڑے دروازہ کے دونوں طرف بھی عجیب و غریب قطعات لگے ہوئے تھے۔ کسی پر لکھا تھا نبّئ عبادی انی انا الغفور الرحیم۔ اور کسی پر ان ربّک لذو مغفرۃ۔ اور کسی پر ان ربّک واسع المغفرۃ کہیں ھو اھل التقوٰی واھل المغفرۃ۔ کہیں یغفر لمن یشاء کسی جگہ انّ اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہٗ ھو الغفور الرحیم۔ کسی جگہ یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم اور کہیں ومن یغفر الذنوب الا اللہ۔ غرض دونوں طرف مغفرت کے متعلق بیسیوں خوبصورت قطعات لگے ہوئے تھے۔

میدانِ حشر

میں نے بعض لوگوں کو اس دروازہ پر بطور پہرہ داروں کے متعین دیکھا۔ اور خیال کیا کہ شاید یہ فرشتے ہیں۔ اور ان سے پوچھا کہ کیا میں اندر جا سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آج اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے پُر زور مظاہرے ہو رہے ہیں۔ بیشک جاؤ اور دیکھ لو۔ مگر تمہارے ساتھ ایک سرکاری چوکیدار کا ہونا ضروری ہے۔ یہ کہہ کر ان کے افسر نے اُس جماعت میں سے ایک کو میرے ساتھ کر دیا۔ اور کہا کہ اِن کا نام غفران ہے۔ یہ تمہارے ہمراہ رہ کر تمہیں میدانِ حشر کی سیر کرائیگا۔ اس دوران میں تم بھی استغفار پڑھتے رہنا۔ اور کسی بات کو دیکھ کر اعتراض نہ کرنا۔ یہ سُن کر جونہی میں نے اُس صحرائے محشر کی طرف قدم بڑھائے تو فرشتہ غفران نے میرا بازو پکڑ لیا۔ بازو پکڑتے ہی میں اور وہ دونوں گویا اُڑنے لگے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جہاں اور جدھر ہم جانا چاہتے ہیں بیک جھپکنے میں جا پہنچتے ہیں۔ پہلے میں دیکھتا ہوں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے انسان ہی انسان ہیں۔ مگر سب کے سب برہنہ۔ سوائے بعض خاص خاص کے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ ایک ٹولی یہاں ہے تو دوسری وہاں ہر جگہ جمگھٹے لگے ہیں۔ اور ہر جمگھٹے اور مجمع کے درمیان ایک ترازو یعنی میزان نصب ہے۔ اسی طرح جہاں تک نظر کام کرتی تھی یا تو انسان نظر آتے تھے یا میزانیں تھیں یا فرشتے۔ مگر کیا مجال جو ذرا بھر بھی غُل یا شور ہو۔ یوں معلوم ہوتا تھا گویا مُردے کھڑے ہیں۔ اور سوائے اُس کے جسے بولنے کی اجازت ہو کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہ نکلتا تھا۔ ہاں۔ یا عفوّ یا غفور اور یا ستّار یا غفّار کے الفاظ ہر طرف سے نہایت دھیمی آواز میں سنائی دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی جب کسی کی آواز ناواجب طور پر بلند ہو جاتی تو معاً ایک طرف سے یہ بگل بجتا سنائی دیتا جاتا وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا ھمسًا۔ جس پر ایک ایسا سکوت طاری ہو جاتا۔ جیسا آدھی رات کے وقت قبرستانوں میں ہُوا کرتا ہے۔

عرشِ عظیم

غرض ایسے نظارے دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھے اور جہاں بھی پہنچے یہی حال دیکھا۔ حتیٰ کہ میں قریباً تھک گیا۔ اتنے میں غفران نے کہا کہ وہ سامنے عرشِ عظیم ہے۔ میں نے نظر اُٹھائی تو سوائے ایک روشنی اور نور کے کچھ نظر نہ آیا۔ مگر خود بخود اس قدر دہشت اور رعب اس طرف نظر کر کے مجھ پر طاری ہُوا کہ میری گھگھی بندھ گئی۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ اس تمام لاانتہاء میدان میں یہ مقام ہر جگہ سے یکساں قریب نظر آتا ہے۔ اور وہاں کے احکام ہر شخص کو ایسے ہی صاف سنائی دیتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے اور بالکل پاس ہی ہے۔ بے انتہا فرشتے اس جگہ کے گرد چکّر لگا رہے تھے۔ کوئی گروہ یہ کہہ رہا تھا۔ اللّٰھم انّا نستغفرک للذین اٰمنوا اور کوئی یہ کہ ربنا اغفر لمن فی الارض۔ کوئی رب اغفر وارحم کا ورد کر رہا تھا۔ کوئی یا غفور رحیم اور کوئی یا عفوّ یا غفور یا ستّار یا غفّار کا۔ غرض وہ لوگ اس طرح کے جملے پڑھتے جاتے تھے اور ایک طرف سے آتے اور دوسری طرف غائب ہوتے جاتے تھے۔

خوشی اور طرب کا سماں

ساتھ ہی بسبب یوم مغفرۃ ہونے کے ایک خوشی اور طرب کا سماں اس نظارہ پر چھایا ہُوا تھا۔ ہر گنہگار کے چہرہ پر آس اور امید کا تبسم موجود تھا۔ لوگوں کے اعمال تُل رہے تھے۔ اور ان کی کمی اور خامیاں فضل اور مغفرت کے انعامات سے پوری ہو رہی تھیں۔ کیونکہ آج صفتِ عفو و مغفرت کے جوش و مظاہرہ کا دن تھا۔ حساب و کتاب میں بے حد نرمی تھی۔ گو دوسری طرف کراماً کاتبین بھی اپنا کام کئے جاتے تھے۔ مالک و رضوان بھی گاہے بگاہے آپس میں جھگڑ لیتے تھے۔ اور سائقین و شہداء کی کشمکش بھی جاری تھی۔ مگر آخری فیصلہ ان تمام جھگڑوں کا بارگاہِ حضرت غفور رحیم سے ہی صادر ہوتا تھا۔

میں اسی سیر میں مشغول تھا کہ غفران نے مجھے کہا چل تجھے بعض لوگ دکھلاؤں جنہیں تو جانتا ہے۔ اور ساتھ ہی بعض دلچسپ حالات مغفرتِ الٰہی کے بھی ملاحظہ کراؤں۔ جن سے عام لوگ ناواقف ہیں۔ باقی یہ حشر اور حساب کتاب تو اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اور جس طرح آج بموجب کل یوم ھو فی شان کے صفت مغفرت کے تقاضا کا دن ہے اسی طرح کوئی دن جلال الٰہی اور انتقام کا آ جاتا ہے۔

غرباء کے لئے غلہ کی تحریک اور مخلصین جماعت احمدیہ

غرباء کے لئے غلہ کے متعلق حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے کم از کم دو ہزار من پختہ غلہ کی جو تحریک فرمائی ہے۔ اس کے متعلق ضرورت ہے۔ کہ مخلصین فوری توجہ کریں۔ تاکہ مطلوبہ غلہ مہیا ہو جائے۔ مرکزی جماعت کے متعلق حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جو دوست دے سکتے ہیں۔ ان سے ضرور غلہ لیا جائے۔ بیرونی احباب کو بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ یعنی ہر صاحبِ استطاعت کو اس تحریک میں شریک کرنا چاہیئے۔ اور ایسی فہرستیں بہت جلدی پرائیویٹ سکرٹری صاحب حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کو بھیجدینی چاہئیں۔ اور ساتھ ہی وصولی شروع کر دینی چاہیئے۔

استدعائے دعا - میری طرف سے تین نگرانیاں چیف کورٹ صوبہ سرحد میں ۱۲؍ جون کو غرض سماعت پیش ہوں گی۔ احباب سے استدعا ہے۔ کہ میری کامیابی کے واسطے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ یہ مقدمات دیوانی ہیں۔ مگر فریق بالمقابل نے اسکو احمدیت اور غیر احمدیت کا سوال بنا رکھا ہے۔ خاکسار قاضی محمد یوسف از پشاور

تو کوئی دن عدل وانصاف اور قسط کے اظہار کا۔ کسی دن شفاعت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ تو کسی دن قہر و جبروت کا۔ مگر یہ سب ایام ان لوگوں کے اعمال اور حالات کے مطابق آتے ہیں۔ جن کا حساب و کتاب ان اسماء الٰہی کے ماتحت ہونا ہوتا ہے۔ اس عالم میں رحم کی تو کوئی حد نہیں۔ ہاں عدل و انصاف بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ مگر ظلم کبھی نہیں۔ آچل تجھے بعض تفصیلی باتیں مغفرت الٰہی کے متعلق دکھاؤں۔ تاکہ تیرا ایمان اور محبت اپنے مالک اور آقا سے زیادہ ہو۔ اور تاکہ تو جو ہمیشہ اپنے اعمال کی وجہ سے یاس اور ناامیدی میں گرفتار رہتا ہے۔ کچھ اس عالیشان مغفرت سے بھی آگاہی پائے۔ جو ہر گنہ گار کا سہارا اور ہر عاصی کی پشت پناہ ہے۔ اور جس کے بل پر عالمین کی پردہ پوشی اور بخشش ہو رہی ہے۔

انبیاء کا گروہ

یہ سنکر میں اور وہ آگے چلے۔ اور ایک مجمع کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ یہ لوگ سب اعلیٰ کپڑے پہنے ہوئے استغفار میں مصروف تھے۔ غفرانؔ نے کہا۔ کہ یہ انبیاء کا گروہ ہے۔ جو دنیا سے ہی معصوم اور مغفور ہو کر یہاں آئے۔

مغفرت کے نظارے

ذرا اور آگے چلے۔ تو دیکھا۔ کہ ایک شخص کے گناہوں کا پلڑا بہت بھاری ہے۔ اور اس کے نیک اعمال بہت کم ہیں۔ دوزخ کے فرشتے اُسے اپنی طرف کھینچنے لگے۔ تو بارگاہ الٰہی سے آواز آئی۔ کہ فلاں نیک شخص کو مع اپنے اعمالنامہ کے حاضر کرو۔ یہ کہنا تھا۔ کہ وہ شخص وہاں موجود کر دیا گیا۔ فرمایا۔ یہ اس گنہ گار کا بیٹا ہے۔ اس کا اعمالنامہ بھی دیکھو۔ جب دیکھا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ہمیشہ اپنے باپ کے لئے دُعائے مغفرت مانگا کرتا تھا۔ حکم ہوا۔ بیٹے کی ان دُعاؤں کو بھی باپ کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دو۔ ان کا ڈالنا تھا۔ کہ وہ پلڑا جُھک گیا۔ اور بہشت کے فرشتے اسے اپنے مونڈھوں پر بٹھا کر لے گئے۔

(۲)

جب ہم آگے بڑھے تو اسی طرح کا ایک اور گناہ گار اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ حکم ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر کتنے مومن زائرین نے دُعائے مغفرت کی ہے۔ جب اس بات کا حساب لگایا گیا۔ اور وہ دُعائیں جو بعض ناواقف راہ گذروں نے اس کی قبر پر کی تھیں۔ وزن کی گئیں تو وہ بھی کودتا پھاندتا مغفرت کے ملائکہ کی گود میں بیٹھ کر وہاں سے رخصت ہوا۔

(۳)

آگے چلے تو ایک اور گنہ گار کمئے اعمال صالحہ کی وجہ سے متاسف کھڑا تھا۔ حکم ہوا۔ کہ جس جس نے اس شخص کی کسی قسم کی حق تلفی کی ہے یا اس کی غیبت وغیرہ کی ہے ان لوگوں کی نیکیاں ان حق تلفیوں یا غیبتوں کے عوض اسے دیدو۔ میں نے دیکھا۔ کہ ہزاروں نیکیاں اور دعائیں اس طرح اس شخص کے حصہ میں آگئیں اور وہ بخشا گیا۔

(۴)

ذرا اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شخص ہاں بھی مالک کے پنجے میں گرفتار ہے۔ آواز آئی۔ کہ یہ تو فلاں کتاب کا مصنف ہے۔ جس کی وجہ سے کئی نسلوں نے نیکی اور اسلام سیکھا ہے۔ پس اس کتاب کے پڑھنے کی وجہ سے ہر نیکی کرنیوالا نہ صرف نیکی کا ایک اجر خود پائیگا۔ بلکہ اتنا ہی اجر مصنف کو بھی ملیگا۔ حساب کیا گیا۔ تو ایک لاانتہا خزانہ باقیات الصالحات کا اس مصنف کے قبضہ میں آگیا۔ مالک نے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور رضوان کا اسسٹنٹ اسے لیکر اپنے ہاں چلا گیا۔

(۵)

اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک عورت کھڑی رو رہی ہے۔ اس کا اعمالنامہ بدکاریوں سے بھرا پڑا ہے۔ ایک یاس اور ناامیدی اس پر طاری ہے۔ آواز آئی۔ کہ اس فاسقہ فاجرہ نے کوئی پسندیدہ عمل بھی کیا ہے؟ کراماً کاتبین میں سے ایک بولا۔ کہ حضور ایک دن یہ جنگل میں سفر کر رہی تھی۔ اور ایک کتا پیاس کے مارے زبان لٹکائے کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا۔ یہ اس کنوئیں میں اُتری۔ آپ پانی پیا پھر اپنی جوتی میں پانی بھر کر باہر لائی۔ کتے کو پلایا اور چلدی۔ ارشاد ہوا۔ ہم نکتہ نواز ہیں اور ہمیں اس کا یہ عمل اتنا پسند آیا تھا کہ ہم نے اسی وقت سے اسے بخشدینے کا عہد کر لیا تھا۔ اب ہماری مغفرت کی چادر اسے پہنا دو۔ اور جہاں جانا چاہتی ہے اسے لے جاؤ۔

(۶)

پھر آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک شور سا برپا ہے۔ ایک عاجز گنہگار ہے۔ اور پاس ہی ایک متبع نیکوکار اس گنہ گار کی بداعمالیاں دیکھ کر وہ نیکوکار کہنے لگا۔ کہ خدا کی قسم تجھے خدا کبھی نہیں بخشے گا۔ اس بات پر حاضرین میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اور بعض لوگ کہنے لگے۔ کہ یہ مولانا سچ فرماتے ہیں۔ یہ شخص ایسا ہی ہے۔ بارگاہ الٰہی کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے شخص تو کون ہے میری مغفرت پر قسم کھانے والا۔ جاؤ ہم نے اسے تو بخش دیا۔ اور تیری بابت فیصلہ بعد میں صادر ہوگا۔ اور وہ شخص ہنستا کودتا بہشت کے دروازہ کی طرف بھاگا۔

(۷)

اسی طرح پھر ایک گروہ میں بعض آدمیوں کا حساب کتاب ہو رہا تھا۔ یہ لوگ مومن تو تھے۔ مگر ان کے اعمالنامے نیکیوں سے خالی تھے۔ کیونکہ گو وہ اپنے وقت کے نبی پر ایمان لائے تھے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔ اور جلدی فوت ہو گئے۔ بعض کے اعمال صالحہ محض صفر ہی تھے ایسے لوگوں کا فیصلہ بارگاہ الٰہی سے اس آیت کے ماتحت کیا گیا۔ انا نطمع ان یغفر لنا ربنا ان کنا اول المومنین یعنی یہ چونکہ شروع میں ہی نبی کو مان گئے تھے۔ اس لئے ان کا السابقون الاولون میں ہونا ہی ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے خواہ مسلمان ہو کر ایک عمل بھی نیک نہ کیا ہو۔

(۸)

یہاں سے ہم اور آگے بڑھے تو وہاں حضرت یعقوب کی اولاد اپنی میزان سے نجات پا کر آ رہی تھی۔ اور ان کی نجات کا باعث دعائے بزرگان تھی۔ یعنی ان کے باپ کی وہ دعائیں جو ان کی درخواست یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خاطئین کے جواب میں بوعدہ سوف استغفر لکم ربی انہ ھو الغفور الرحیم کی گئیں تھیں۔

(۹)

ایک جگہ دیکھا کہ چند شخص اپنے گناہوں کی مصیبت میں گرفتار ہیں۔ اور نجات کی صورت مشکل نظر آتی ہے۔ حکم ہوا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اس دائیں طرف والے کا جنازہ کس کس نے پڑھا تھا۔ معلوم ہوا کہ چالیس موحد مسلمان اس کے جنازہ میں شریک تھے۔ ارشاد ہوا۔ مالک اسے چھوڑ دے۔ ہم نے ان چالیس مومنوں کی شفاعت جو انہوں نے نماز جنازہ میں اسکے لئے کی تھی قبول کر لی۔ پھر بائیں طرف والے کی باری آئی تو معلوم ہوا۔ کہ اس کے مرنے کے بعد اس شہر کے اکثر اہل اللہ نے اسے نیکی سے یاد کیا تھا۔ اور تعریف کی تھی۔ کہ اچھا مسلمان آدمی تھا۔ فرمایا ان کی تعریف کی وجہ سے اسے بھی چھوڑ دو۔ تیسرے کے بارے میں سوال ہوا۔ کہ اس کا کیا حال ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ کہ صرف دو مومن تھے۔ جو اسے مرنے کے بعد نیک اور اچھا کہتے تھے۔ ارشاد ہوا چلو اسے بھی جانے دو۔ چوتھے گنہگار کی بخشش اس لئے ہو گئی۔ کہ اس کے جنازہ میں تین صفیں مسلمانوں کی تھیں۔

(۱۰)

پھر اور آگے چلے تو دیکھا کہ ایک گنہگار مسلمان اس لئے رہائی پا گیا۔ کہ اس کے تین بچے اس کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے اور ایک مومن عورت اس لئے بخشی گئی۔ کہ اس کے دو بچے مر گئے تھے۔ اور ایک عورت صرف ایک بچہ کی موت کا صدمہ اٹھانے کی وجہ سے بخشدی گئی۔ ایک میاں بیوی نظر آئے۔ ان کا حساب کتاب ہو رہا تھا۔ اتنے میں ایک دو برس کا بچہ کہیں سے دوڑتا ہوا آگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ میرا باپ ہے۔ اور یہ میری ماں۔ میں جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک ان دونوں کو ساتھ نہ لے جاؤں۔ حاضرین کی آنکھوں میں یہ نظارہ دیکھ آنسو آگئے۔ فرمان خداوندی جاری ہوا۔ کہ اے بچے جہاں جی چاہے ان کو اپنے ساتھ لے جا۔ اتنے میں ایک اور والدین کا مقدمہ پیش ہوا۔ اور ساتھ ہی ایک چھوٹا سا بچہ جس کے آنول نال ابھی اس کی ناف کے ساتھ ہی تھے۔ چیخنے چلانے لگا۔ اور کہنے لگا۔ اے رب میں ایک اسقاط شدہ بچہ ہوں۔ اور تیرے فضل سے مجھے جنت میں رہنے کی اجازت ملی ہے مگر میں ہرگز وہاں اپنے ماں باپ کو دوزخ میں چھوڑ کر نہیں جاؤنگا۔ حکم ہوا کہ تیری خاطر ہم نے ان کی مغفرت کر دی۔ لے جا ان کو بھی جنت میں۔ وہ

سبچہ بھی اپنی آنول نال کے ساتھ اپنے والدین کو کھینچتا ہوا جنت کی طرف لے گیا۔ اور سب دیکھنے والے چشم پُر آب تھے۔

(۱۱)

پھر ہم آگے چلے ایک شخص کے اعمال نامہ میں کچھ کسر تھی۔ وہ اس طرح پوری کی گئی۔ کہ چونکہ وہ اپنے بزرگ والدین کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کیا کرتا تھا۔ اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا۔

دائیں طرف ایک ایسا جم غفیر نظر آیا۔ جس کے لوگ اپنے اعمال کے وزن کی رو سے بہت ناقص ثابت ہوئے تھے۔ مگر ان سب کی بخشش اس لئے ہوئی۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رات صبح تک کھڑے یہ دعا کرتے رہے تھے۔ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم۔ پس اس دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں امت محمدیہ کے یہ سب لوگ نجات پا گئے

(۱۲)

وہاں سے چلتے چلتے ہم ایک ایسی جگہ پہنچے۔ جہاں ایک قاتل کھڑا تھا۔ اس کی بابت یہ سنا۔ کہ اس شخص نے ننانوے خون کئے تھے۔ اس کے بعد اس کے دل میں توبہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور وہ ایک راہب کے پاس گیا۔ اور کہا کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا ہرگز نہیں۔ اس نے غصہ میں آکر اس راہب کو بھی مار ڈالا۔ پھر وہ آگے چلا۔ لوگوں نے اسے ایک بزرگ کا پتہ دیا۔ کہ شاید وہاں تیری توبہ کی کوئی صورت نکلے۔ یہ قاتل اس گاؤں کیطرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک جگہ وہ قضائے الٰہی سے مر گیا۔ اس پر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ یہ ایک ظالم ڈاکو اور قاتل ہے اور دوسرے کہتے تھے کہ ہاں یہ ٹھیک ہے مگر یہ تو توبہ کرنے چلا تھا۔ غرض ایک ہنگامہ اس امر پر برپا تھا۔ جو میں نے سنا۔ کہ بارگاہ الوہیت سے فرمان صادر ہوا۔ کہ بتاؤ اس کی نعش میں اور اس کے وطن میں کتنا فاصلہ تھا۔ اسی طرح اس کے مرنے کی جگہ میں اور اس بزرگ کے شہر میں کیا فاصلہ تھا؟ حضرت میکائیل کے محکمہ سے رپورٹ ہوئی۔ کہ اسکی نعش اس بزرگ کی بستی سے بقدر ایک بالشت

کے زیادہ نزدیک تھی ارشاد ہوا ہم نے اسکی توبہ قبول فرمائی۔ اور اسے بخش دیا۔ اس پر ہماری مغفرت کی چادر ڈالدو۔

(۱۳)

پھر اور آگے چلے۔ ایک جگہ ایک بڑے گنہگار کا مقدمہ پیش ہو رہا تھا۔ کراماً کاتبین نے عرض کیا۔ کہ یا الٰہ العالمین یہ شخص دن کو تو گناہ کر لیتا تھا۔ اور رات کو رویا کرتا تھا۔ کہ اے میرے رب میں نے قصور کیا ہے مجھے معاف فرما۔ اس پر حضور کے ہاں سے اس کا قصور معاف ہو جاتا تھا۔ اور یہ ارشاد فرمایا جاتا۔ کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے۔ کہ اس کا ایک رب ہے۔ جو گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔ اور ان کے سزا دینے پر بھی قادر ہے۔ سو اے فرشتو گواہ رہو میں نے اسے بخش دیا۔ اس کے کچھ دن بعد پھر وہ گناہ کرتا تھا۔ اور رات کو پھر اسی طرح دعا کیا کرتا تھا۔ کہ خدایا میرا گناہ بخش۔ اس دفعہ پھر بارگاہ احدیت سے یہ حکم صادر ہوتا۔ کہ میرا یہ بندہ یقین رکھتا ہے۔ کہ میں اس کے گناہ پر گرفت بھی کر سکتا ہوں۔ اور اسے معاف کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہوں۔ سو تم گواہ رہو۔ کہ میں نے پھر اسے بخشدیا۔ کچھ عرصہ گزرنے پر پھر وہ گناہ کرتا۔ اور بعد میں توبہ استغفار کرتا تھا۔ اور حضور یہی ارشاد فرماتے تھے۔ یہ میرا بندہ یقین رکھتا ہے کہ میں اسکے گناہ پر پکڑ بھی کر سکتا ہوں۔ اور اسے معاف بھی کر سکتا ہوں۔ پس اسی طرح یہ شخص عمر بھر گناہ کرتا رہا۔ اور اس کا اعمالنامہ بے حد سیاہ ہو رہا ہے۔ اب جو ارشاد ہو کیا جائے۔ فرمایا کہ میں نے تو تین دفعہ کے بعد ہی کہہ دیا تھا غفرت لعبدی فلیفعل ما شاء (میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ اب وہ جو جی چاہے کرے۔) کیا یہ حکم ریکارڈ پر نہیں آیا۔ آخر ڈھونڈنے سے اس فرمان کی نقل بخاری اور مسلم میں مل گئی۔ اور اس ملزم کی خلاصی ہوئی

(۱۴)

اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص کا مقدمہ پیش ہے۔ اور علاوہ اور قسم کے گناہوں کے اس پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ کہ جب میں مر جاؤں تو میری نعش کو جلا کر آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ اور آدھی سمندر میں ڈال

دینا۔ کیونکہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالےٰ نے مجھ پر گرفت کی تو مجھے ایسا عذاب ملیگا۔ کہ مجھ سے پہلے کسی کو ایسا عذاب نہیں ملا ہوگا۔ خیر اس کے کچھ مدت بعد یہ شخص مر گیا۔ اور لڑکوں نے بھی اسکی وصیت پر عمل کر دیا۔ اب اس جزا کے دن حضور تبارک وتعالےٰ کے حکم سے یہ پھر زندہ کیا گیا ہے۔ اسکی بابت فرمان عالی کیا ہے؟ ارشاد ہوا۔ کہ اس سے پوچھو۔ تو نے ایسا کام کیوں کیا۔ وہ شخص کہنے لگا۔ اے میرے خداوند میں نے کبھی کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ اور ہمیشہ بدعملیوں میں ہی مصروف رہا۔ اس لئے اے میرے رب یہ بات میں نے تیرے ڈر کے مارے کی۔ اور تو خود سب حقیقت جانتا ہے۔ حضور باری نے سنکر فرمایا۔ یہ سچ کہتا ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ اس کے دل میں ضرور میرا حقیقی تقوےٰ اور خوف موجود تھا

(۱۵)

ایک طرف کچھ آدمی خوش خوش جنت کی سڑک پر جا رہے تھے۔ میں ان سے پوچھا کہ تمہاری نجات ہو گئی؟ کہنے لگے ہاں جی کہ کیونکر؟ کہنے لگے جب ہم کو ذات باری نے مصیبت میں مبتلا دیکھا تو فرمایا۔ کہ میرا تو ان لوگوں سے وعدہ ہے۔ کہ ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ میں نے کہا وہ وعدہ کیا تھا۔ کہنے لگے کہ حضور احدیت نے اپنے رسول کی معرفت ہم سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ من کانت لہ انثی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ علیھا یعنی الذکور ادخلہ اللہ الجنۃ (جس شخص کی ایک بیٹی ہو۔ پھر نہ وہ اسے زندہ گاڑے اور نہ ذلیل رکھے۔ اور نہ ترجیح دے اس پر اپنے لڑکوں کو تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔) پس اس بات پر عمل کی وجہ سے ہم پر خدا کا فضل ہو گیا۔

(۱۶)

اسی طرح ایک عورت کو دیکھا کہ باوجود اس کے کہ اس کی عبادتیں یعنی روزے نمازیں وغیرہ بہت ہی کم نکلے۔ تاہم اس لئے جنتی ہو گئی۔ کہ وہ اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے کوئی تکلیف نہ دیتی تھی۔ اور سب اس سے خوش تھے۔

(۱۷)

غرض اسی طرح چلتے چلتے یہاں تک کہ

ایک عظیم الشان گروہ شہدا کا دیکھا جن کی گنتی اور حد بست خیال و وہم سے بالاتر تھی فرشتگان نے بتایا۔ کہ ان میں تلوار سے خدا کی راہ میں شہید ہونے والے بہت کم ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ کی مغفرت اور رحم نے شہید بنائے گئے اور بہت سے ایسا محض اپنے فضل سے پیدا کر دیئے ہیں مثلاً جو شخص خدا کے دین کے کسی کام میں بغیر تلوار کے بھی اپنی موت مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور جو اپنے ہی مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔ اور جو مومن مسلمان طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔ جو دستوں کی بیماری سے مرے وہ بھی شہید۔ جو عورت بچہ جنکر مرے وہ بھی شہید اور جو ذات الجنب سے مرے وہ بھی شہید جو ڈوب کر مرے وہ بھی شہید وغیرہ وغیرہ۔ غرض شہادت مغفرت اور بلندی درجات کے ایسے بہت سے راستے کھول دیئے ہیں۔ کہ اگر مومن خدا تعالےٰ کا شکر کرتے کرتے مر بھی جائیں۔ تو بھی اپنے مالک کا حق ادا نہیں کر سکتے یہاں تک کہ جو شخص شہادت کے لئے دعا مانگتا ہے۔ پھر خواہ اپنے بستر پر ہی اس کی جان نکلے وہ بھی یہاں شہید ہی محسوب ہوتا ہے۔

(۱۸)

عورتوں کے لئے تو وہاں بہت ہی نرمی تھی۔ اور عام حکم یہ تھا۔ کہ جو عورت نماز پڑھے روزہ رکھے۔ اپنی عفت کی حفاظت کرے۔ اور خاوند کی نافرمان نہ ہو۔ وہ بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے

(۱۹)

پھر ہم اور آگے چلے۔ وہاں ایک شخص کا مقدمہ درپیش تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فوت ہوا تھا جب اس نے وفات پائی۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کے جنازہ کے لئے نکلے۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا۔ کہ حضور یہ ایک فاسق فاجر شخص تھا۔ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین جنازہ کیطرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا کسی نے اسے اسلام کی کسی بات پر عمل کرتے دیکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ اس نے خدا کی راہ میں ایک رات پہرہ دیا تھا۔ یہ سنکر حضور نے اس پر نماز پڑھی۔ اسکی قبر پر مٹی ڈالی۔ اور اسکی نعش کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اے مرنیوالے تیرے دوستوں کا خیال ہے کہ تو جہنمی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ تو یقیناً جنتی ہے۔ اور اے عمر بن خطاب تو لوگوں کے تفصیلی اعمال نہ کریدا کر۔ بلکہ صرف یہ دیکھ لیا کر کہ آیا وہ اسلام کا سچا متبع ہے یا نہیں۔ یہی امر آخرت میں بھی اس شخص کی نجات کا باعث ہوگا۔

(۲۰)

اسی طرح ایک مومن مجاہد جس کے اعمال کم تھے۔ اس کے نیکی کے پلڑے میں اس کا گھوڑ گھوڑے کا چارہ اور اس کی گھوڑے کی لید اور پیشاب وغیرہ تک ڈالے گئے۔ یہاں تک کہ وہ پلڑا ان کی غفلتوں اور گناہوں کے پلڑے سے بھاری ہوگیا۔ اور وہ اپنے اسی گھوڑے پر سوار ہو کر جنت کی طرف سرپٹ روانہ ہوگیا۔

اسی طرح بے تعداد انسانوں کی مغفرت اس طرح پر ہوئی۔ کہ ان کو انبیاء اولیاء اور نیکوں اور اہل اللہ سے صرف دوستی اور محبت تھی۔ اور المرء مع من احبّ کے وعدہ کے مطابق وہ سب باوجود کمئی اعمال کے ان بزرگوں کے ہمسائے قرار پائے۔

(۲۱)

ایک جگہ دیکھا۔ کہ خداہ ذکر و تسبیح کرنے والوں کی ایک جماعت۔ فرشتوں کے پروں کے سایہ میں جنت کی طرف جا رہی تھی۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک آدمی تھا۔ جس کیطرف غفران نے اشارہ کر کے کہا کہ اس کا قصہ بھی عجیب ہے۔ ایک دفعہ باری تعالےٰ نے اپنے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے دنیا میں کیا دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ حضور تیرے کچھ بندے ایک مسجد میں تیرا ذکر بصد ذوق و شوق کر رہے تھے۔ فرمایا گواہ رہو کہ میں نے ان کو بخشدیا۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ کہ حضور اسی مجلس میں ایک شخص اور بھی موجود تھا۔ مگر وہ ذکر الٰہی کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنے کسی کام کو آیا تھا۔ ارشاد ہوا کہ گواہ رہو۔ میں نے اُسے بھی بخش دیا۔ ھم الذین لا یشقی جلیسھم (ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی نامراد نہیں ہوا کرتا) اور یہ وہ شخص ہے جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا تھا۔

(۲۲)

پھر ہم اور آگے بڑھے۔ تو غفران نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ جو مغفرت کی چادر اوڑھے چلا جاتا تھا۔ کہنے لگا اس کا قصہ بھی دلچسپ ہے۔ اس شخص نے ایک بزرگ صحابی کی معیت میں اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ کی طرف اُس وقت ہجرت کی جب حضور نے ہجرت فرمائی تھی۔ مدینہ جا کر یہ شخص بیمار ہوگیا۔ اور ایسا بے صبر ہوا کہ تیر کے پیکان سے اپنے ہاتھ کی رگیں خود کاٹ ڈالیں۔ جن سے اتنا خون جاری ہوا کہ یہ مر گیا۔ اس کے دوست صحابی نے اُسے خواب میں دیکھا۔ کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے مگر اپنے دونوں ہاتھ ڈھانکے پھرتا ہے۔ پوچھا۔ کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا۔ اس لئے کہ میں نے اس کے نبی کی طرف ہجرت کی تھی مگر یہ بھی فرما دیا۔ کہ ہم تیرے ہاتھوں کو درست نہ کریں گے۔ جن کو تو نے خود خراب کیا ہے۔ یہ قصہ سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللّٰھم ولیدیہ فاغفر (یا اللہ اس کے ہاتھوں کی بھی مغفرت فرما) سو یہ شخص آج تک اسی حالت میں رہا۔ آج اس دعا کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کی مصیبت دور ہوئی اور یہ جنت کو جا رہا ہے۔

(۲۳)

پھر اور آگے بڑھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ایک شخص کی بابت حکم ہوا ہے۔ کہ اس کا حساب کتاب ہم خود ذاتی طور پر لیں گے۔ چنانچہ وہ شخص عرش کے سامنے حضوری میں پیش کیا گیا۔ ارشاد ہوا تجھے معلوم ہے۔ کہ تو نے ایسے ایسے بھاری گناہ دنیا میں کئے تھے۔ اس نے عرض کیا۔ ہاں میرے رب کئے تھے۔ اور اس کی بوٹی بوٹی خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کہ بس اب جہنم کے سوا میرے لئے کوئی جگہ نہیں۔ کہ اتنے میں ارشاد ہوا۔ کہ دیکھ میں نے تیرے ان سب گناہوں کی دنیا میں پردہ پوشی کی تھی۔ اب اسی طرح میں یہاں بھی ان کی پردہ پوشی کروں گا۔ جا اپنی نیکیوں کا اعمال نامہ لے جا اور حساب کتاب والوں میں شامل ہو جا۔ مگر اپنے گناہوں کا رجسٹر ہمیں ہمارے پاس چھوڑ جا۔ آگے ہم جانیں اور ہمارا کام۔

(۲۴)

اس کے بعد ایک اور مقدمہ عدالت عالیہ میں پیش ہوا۔ ایک مجرم لایا گیا اور اس کے ساتھ ننانوے بڑے بڑے طومار رجسٹروں اور اعمالناموں کے تھے۔ ارشاد ہوا۔ دیکھ یہ تیرے اعمالنامے ہیں۔ اگر تجھے ان کا انکار ہے تو کہدے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ حضور جو کچھ ان میں لکھا ہے سب سچ ہے۔ ارشاد ہوا۔ کوئی عذر ہے؟ وہ کہنے لگا کوئی نہیں۔ پھر حکم ہوا۔ کہ ہمارے ہاں تو تیرا ایک عذر اور ایک بڑی نیکی موجود ہے۔ اور تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ایک چٹھی پیش کی گئی جس میں لکھا تھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ حکم ہوا کہ اس چٹھی کو اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھو۔ رکھتے ہی وہ پلڑا اتنا جھک گیا۔ کہ وہ سب طومار گناہوں کے اس کے مقابلہ میں بالکل ہلکے ہوگئے۔ اور وہ شخص الحمدللہ الحمدللہ کہتا ہوا بہشت بریں کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

(۲۵)

اس کے بعد ہم ایک اور طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ خداوند عالم رب العالمین کی طرف سے ایک منادی کنندہ یہ اعلان کر رہا تھا۔ کہ این الذین کانت تتجافٰی جنوبھم عن المضاجع (یعنی کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو میری خاطر رات کیوقت بستروں سے الگ رہتے تھے) یہ سنتے ہی ایسے سب لوگ کھڑے ہو کر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ اور ان کو حکم ہوا۔ کہ جاؤ تمہیں بغیر حساب بخش دیا گیا۔

(۲۶)

اس کے بعد ایک تیسرا مقدمہ عدالت خاص میں پیش ہوا۔ ایک شخص کو آگے لایا گیا۔ اور حکم ہوا کہ اس کے صغیرہ گناہ اور چھوٹی چھوٹی خطائیں اسے پڑھ کر سناؤ۔ پھر پوچھو۔ تو نے یہ گناہ کئے تھے؟ مگر کبائر ابھی اس کے سامنے نہ پیش کرنا۔ صغائر لو سُنکر وہ شخص کہنے لگا۔ ہاں حضور یہ سب غلطیاں مجھ سے ہی سرزد ہوئی ہیں میں کیونکر سچی باتوں کا انکار کرسکتا ہوں۔ اور ساتھ ہی وہ شخص دل میں ڈر رہا تھا کہ اب اس کے بعد میرے کبائر بھی ظاہر کئے جائیں گے۔ کہ اتنے میں حکم ہوا۔ جا ہم نے تجھے بخشا۔ اور تیرے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی تجھے دی۔ یہ دیکھ کر وہ بیچارا خوشی کے مارے بالکل دیوانوں کی طرح ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ حضور یہ تو میرے چھوٹے چھوٹے گناہ تھے۔ ابھی بڑے بڑے گناہوں اور کبائر کو تو پڑھا ہی نہیں گیا۔ ان کو بھی پیش کیا جاوے۔ یہ سننا تھا۔ کہ حاضرین بے اختیار ہنس پڑے اور وہ شخص بھی شرمندہ سا ہو کر جنت کی طرف روانہ ہوا۔ اور پیچھے سے ایک فرشتہ نے مغفرت کی چادر اُسے اوڑھا دی۔

(۲۷)

جن اشخاص کو دنیا میں اپنے قصوروں اور حدود کی سزا مل چکی تھی۔ ان کے ساتھ تو خصوصاً وہاں نرمی اور شفقت کا سلوک ہو رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص سے دنیا میں ایک بُرا کام سرزد ہوگیا تھا۔ وہ خود گیا اور حاکم وقت سے عرض کیا۔ کہ حضور مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوگیا ہے۔ میں نے توبہ کی ہے۔ تم مجھے دنیا میں سزا دے دو۔ میں اپنے رب کے آگے روسیاہ ہونے سے دنیا کی تکلیف برداشت کر لینا بہتر سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اسے سنگسار کر دیا گیا۔ اور اب جو وہ حشر میں لایا گیا۔ تو اسکو ان خوش کن الفاظ سے مخاطب کیا گیا۔ کہ اے میرے بندے ہمیں تیری اس توبہ کی اس قدر قدر و منزلت ہے۔ کہ اگر وہ ایک پورے شہر کے گنہگاروں پر تقسیم کی جاتی۔ تو ہم ان سب کو بخش دیتے۔

(۲۸)

ایک اور شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنے زمانہ حکومت میں رعایا پر بہت ظلم کئے تھے۔ وہ سب مظلوم اس سے بدلہ لینے کیلئے وہاں حاضر تھے۔ مگر جب یہ سنایا گیا کہ اس شخص نے آخری عمر میں اپنے سب مظالم سے توبۃ النصوح کر لی تھی اور مدینہ طیبہ ہجرت کر کے چلا گیا تھا۔ اور وہیں مرا تھا۔ تو اس اعلان سے یکدم ان تمام لوگوں پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب اٹھ اٹھ کر کہنے لگے "ہم نے اس شخص کے سب قصور معاف کئے۔ خدا بھی اسے بخشے" چنانچہ وہ خوش خوش ہنستا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔

(۲۹)

اس سے بڑھ کر یہ کہ کروڑوں انسانوں کے حقوق العباد کا بدلہ خدا تعالیٰ نے مستحقین کو اپنے پاس سے بڑھ چڑھ کر ادا کر دیا اور ان مظلوموں نے نہایت خوشی سے اپنے دعووں اور حقوق سے دستبرداری داخل کر دی۔ اور ان کے گنہگار بخش دئے گئے۔ نالائق اولاد جن پر ان کے ماں باپ بہت راضی اور خوش تھے۔ وہاں محض اس لئے بخشی جا رہی تھی کہ وہ رضی الرب فی رضی الوالد کے قانون کے تحت خدا کا فضل جذب کر رہی تھی۔

(۳۰)

سب سے حیران کرنیوالی بخشش میں نے دوزخیوں کے معاملہ میں دیکھی۔ دو جہنمی ایکطرف دوزخ میں جانے کیلئے کھڑے تھے کہ ایک مغفور شخص وہاں سے گزرا

ایک جہنمی نے اُس جنتی سے کہا۔ بھائی صاحب کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں وہ ہوں جس نے آپ کو فلاں جگہ ایک دفعہ پانی پلایا تھا۔ اس پر دوسرا جہنمی بولا کہ مجھے بھی تو آپ نہ بھولے ہونگے میں نے آپ کو فلاں جگہ ایک دن وضو کے لئے لوٹا بھر کر دیا تھا۔ اب ہم تو جہنم کو جائیں گے اور آپ جنت کو۔ یہ سُن کر اس جنتی کا دل پسیج گیا۔ اور اُس نے وہیں بارگاہ غفور رحیم سے ان کے لئے دعا کی۔ حکم ہوا ان کو بھی اپنے ساتھ جنت میں لیجاؤ۔

(۳۰)

ابھی ہم ان نظاروں سے فارغ نہ ہوئے تھے۔ کہ جہنم کی طرف سے سخت چیخوں کی آواز آنے لگی۔ معلوم ہوئی کہ دو شخص بے حد غل مچا رہے ہیں۔ ارشاد ہوا ان کو ہمارے روبرو پیش کرو۔ غرض وہ حضوری میں لائے گئے۔ پوچھا گیا اتنا غل کیوں مچاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا حضور جل گئے ہمیں اس عذاب کی برداشت نہیں۔ ہم پر رحم ہو۔ ارشاد ہوا کہ جاؤ فی الحال اپنی جگہ چلے جاؤ۔ تمہارے معاملہ پر غور ہوگا۔ یہ سُن کر ایک تو واپس جہنم میں چلا گیا۔ مگر دوسرا وہیں کھڑا رہا۔ حکم ہوا کہ تو کیوں نہیں جاتا۔ وہ عرض کرنے لگا کہ حضور والا کیا مجھے آپ نے اسی لئے جہنم سے نکالا تھا کہ پھر دوبارہ مجھے انہیں ڈالا جائے۔ اس پر حاضرین ہنس پڑے۔ ارشاد ہوا اے بے صبرا اچھا جا ہم نے تجھے بخشا۔ اور تیرے ساتھی کو بھی

(۳۱)

غرض اس طرح کے حالات دیکھتے ہوئے ہم ایک گروہ صحابہ کی طرف گئے۔ وہاں بھی کچھ جھگڑے اور حساب کتاب شروع تھا۔ ایک صحابی حاطب کے متعلق ان کے گواہوں نے بیان دیا کہ اس شخص نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ خیانت کی ہے کہ اس کی سزا دنیا میں سوائے قتل اور عاقبت میں سوائے جہنم کے اور کچھ نہیں۔ اس نے کفار مکہ کو خط لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر یکدم مخفی طور پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تم ہشیار ہو جاؤ۔ اس نے حضور کا راز فاش کیا کفار کو مدد دی۔ اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کا پورا سامان مہیا کر دیا۔ اگر خداوند تعالےٰ کی طرف سے حضرت ختمی مآب کو بروقت اطلاع نہ مل جاتی تو فتح مکہ کی ساری تجاویز برہم ہو کر رہ جاتیں۔ اس سے بڑھکر غداری تو کوئی نظر نہیں آیا۔ بارگاہ الٰہی سے ارشاد ہوا کہ تمہاری بات بالکل سچی ہے لیکن ۸ ہجری میں جو ہمارا فرمان اہل بدر کے لئے جاری ہوا تھا اس کا ریکارڈ نکالو۔ ارشاد کی دیر تھی کہ فرمان متعلق اہل بدر حضوری میں پڑھا گیا۔ اور وہ یہ تھا اعملوا ماشئتم فانی قد غفرت لکم (اب جو چاہو کرو میں نے تمہاری مغفرت بہرحال کر دی ہے) نیز ارشاد ہوا کہ بندوں کی بعض اہم خدمات ایسی ہوتی ہیں۔ کہ انکے بعد ہم انکو ایسا ہی انعام دیا کرتے ہیں۔ جانے دو حاطب ابن ابی بلتعہ کو اہل بدر کے ساتھ وہ مغفور ہے۔

(۳۲)

اس کے بعد سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب شیر خدا کا مقدمہ پیش ہوا۔ اور گواہوں نے کہا کہ یہ ایک دن شراب کے نشے میں بیٹھے اپنی ایک لونڈی کا گانا سن رہے تھے کہ خوش ہو کر فرمانے لگے مانگ کیا مانگتی ہے۔ اُس لونڈی کو حضرت علی ابن ابی طالب سے کچھ عناد تھا۔ کہنے لگی کہ جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے علیؓ کو دو اونٹنیاں اپنے حصہ کی ملی ہیں۔ اور وہ فلاں احاطہ میں بندھی ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ ان کی تازہ کلیجی بھون کر کھاؤں اس پر یہ صاحب اُٹھے۔ اپنا خنجر سنبھالا۔ اور اُن زندہ اونٹنیوں کے پیٹ اس احاطہ میں پہنچکر چاک کر ڈالے اور پیٹ کے اندر سخت بے دردی سے ہاتھ ڈال کر ان کی کلیجیاں کھینچ کر نکال لیں اور اُس لونڈی کو لاکر دیدیں کہ لو کھاؤ۔ بعد میں وہ زخمی جانور وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ لوگوں نے علی رضؓ کو خبر کی۔ وہ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے کہ یہ واقعہ ہوا ہے حضور ان کو ساتھ لے کر ان صاحب کے ہاں تشریف لیگئے تو نشہ میں کیا فرماتے ہیں کہ "کیا تم دونوں میرے باپ کے غلام نہیں ہو؟" یہ سُن کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور سمجھ لیا کہ یہ شراب کے نشہ کی وجہ سے ہوش میں نہیں ہیں۔ ان سے بات کرنا فضول ہے اس کے کچھ مدت کے بعد یہ صاحب احد کی جنگ میں مارے گئے۔ اب ہم قصاص اس ظلم کا چاہتے ہیں۔ جو ان سے سرزد ہوا تھا۔ اور یہ ظلم ایسا تھا جو مذہب کے متعلق نہ تھا بلکہ انسانیت کے خلاف تھا۔ اور گو اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ پھر بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ یہ سخت قساوت قلبی اور ظلم ناحق کا مظاہرہ تھا۔ جسے انسان کی فطرت دھکے دیتی ہے۔ خواہ وہ کسی ملت و مذہب کا ہو اس لئے ہم جو سائق ہیں اس کا قصاص طلب کرتے ہیں۔ بارگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا۔ کہ ہم تو اس قصور کا قصاص پہلے ہی لے چکے ہیں۔ حمزہ ہمارا شیر ہے۔ لیکن ہم نے جو قصاص لیا ہے۔ وہ بھی ظاہر ہے۔ اور جو مقام قرب کا ہم نے اسے بخشا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں۔ کہ ایک لونڈی نے ان اونٹنیوں کو حمزہ سے کہہ کر مروایا۔ اسی طرح وحشی جو ایک غلام تھا۔ اُسے بھی انعام دے کر اُحد میں لایا گیا تھا اور اس کے حربہ نے حمزہ کا پیٹ اسی طرح چاک کیا۔ جس طرح ان جانوروں کا پیٹ پھاڑا گیا تھا۔ پھر ہندہ زوجہ ابو سفیان نے حمزہؓ کا کلیجہ اس زخم میں سے اسی طرح نکالا۔ جس طرح حمزہؓ نے ان جانوروں کے کلیجے نکالے تھے۔ اور جس طرح اونٹنیوں کے جگر کباب بنا کر کھائے گئے تھے۔ اسی طرح حمزہؓ کا جگر بھی ہندہ نے میدان اُحد میں سب کے سامنے کھڑے ہو کر چبایا۔ اور دوسری اونٹنی کے بدلہ میں اس عورت نے ان کو مثلہ بھی کیا۔ یعنی ان کے ناک کان اور ہونٹ کاٹ کر ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالے اور میدان جنگ میں فخریہ لوگوں کو دکھاتی پھری اور انہوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ کا غلام کہا تھا۔ تو ایک حبشی غلام ہی نے ان کا کام تمام کیا۔ اور یہ نصیب نہ ہوا۔ کہ کسی معزز سردار قریش کے ہاتھ سے مارے جاتے۔ اب بتاؤ کہ کونسی چیز ہے جس کا قصاص حمزہؓ سے نہ لیا گیا ہو۔ اونٹنیوں کا جگر کھانے والی بھی ایک مغنیہ تھی۔ اور حمزہ کا جگر کھانے والی بھی ایک گانے والی تھی۔ جو میدانِ اُحد میں وہ مشہور گیت گاتی پھرتی تھی۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق الخ

ہاں چونکہ وہ ہمارا محبوب بندہ تھا۔ ہم نے اس قصاص کو بھی ایک عزت کی شکل دیدی۔ اس کا اُحد میں مارا جانا اسکے سید الشہداء مشہور ہونے کا باعث ہوا۔ اور باقی باتیں جو مَرنے کے بعد اس سے کی گئیں۔ ان سے بھی اسے کوئی تکلیف اور اذیت نہ ہوئی۔ نہ مثلہ ہونے کی نہ کلیجہ نکالنے اور چبانے کی۔ پس ہم نے ایک ایسی عزت والی مغفرت کی چادر اس پر اڑھا دی۔ جس کی وجہ سے اسکے مدارج بھی بلند ہو گئے اور تمہارا دعوئے قصاص بھی پورا ہو گیا۔ اب اسے لیجاؤ اور جنت میں اسکے بھتیجے کے مکان کے پاس ہی اس کا مقام بھی بنا دو۔ ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے۔

(۳۳)

یہ فیصلہ سننے کے بعد ہم آگے بڑھے۔ ایک مسلمان کو دیکھا کہ اس کا ہر عمل عیب دار تھا۔ اور سوائے اس کے کہ اُس نے شرک نہیں کیا تھا۔ باقی ہر طرح اس کی زندگی گنہگارانہ تھی۔ قریب تھا کہ جہنم کے فرشتے اسے کھینچکر لیجائیں کہ یہ پر رعب پر شوکت آواز فضا میں بلند ہوئی۔

مَن علم انی ذو قدرۃ علی مغفرۃ الذنوب غفرت لہ ولا ابالی مالم یشرک بی شیئا۔

(یعنی جس شخص نے میری بابت یہ یقین کر لیا۔ کہ میں گناہوں کی مغفرت پر قدرت رکھتا ہوں۔ تو میں بھی اس شخص کو بخش دیتا ہوں اور اسوقت تک کچھ پروا نہیں کرتا۔ جبتک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے) اور یہ شخص گو بڑا گنہگار ہے۔ مگر اسے ہمیشہ یہ یقین تھا کہ میرا اللہ غفور رحیم ہے۔ پس اس یقین کیوجہ سے میں اسے بخشتا اور جنت میں داخل کرتا ہوں۔ اسکے ساتھ ہی ایک دُوسرا آدمی کھڑا تھا جسکے اعمالنامہ میں پہلے ورق سے آخر ورق تک نافرمانیاں اور غفلتیں ہی غفلتیں لکھی تھیں۔ لیکن ہر صفحہ پر اسکے ایک دو استغفار بھی ضرور لکھے ہوئے تھے۔ جو وہ گاہے بگاہے خدا سے مانگ لیا کرتا تھا۔ حکم ہوا۔ کہ مَیں نے اپنے اس بندے کے سب گناہ اسکے استغفاروں کیوجہ سے محو کر دئے۔

(۳۴)

پھر ایک اندھے کی بابت جھگڑا شروع ہوا۔ بارگاہ الٰہی سے حکم آیا۔ کہ ہم نے اسکی دو نہایت پیاری عزیز آنکھیں لے لیں۔ تو اب یہ مستحق ہے کہ ہم اس کی مغفرت کریں اور اُن آنکھوں کے بدلے اسے جنت عنایت فرمائیں۔

(۳۵)

آگے چل کر لا انتہا بیماروں اور مصیبت زدہ مفلسوں کا ایک جم غفیر تھا۔ جن کیلئے یہ حکم ہوا کہ جن لوگوں کی مغفرت کا مجھے خیال ہوتا ہے۔ انکو میں دُنیا سے رخصت نہیں کرتا جبتک اُنکے ایک ایک گناہ کے بدلے ان کو جسمانی امراض اور رزق کی تنگی دے کر جنت میں جانے کے قابل بنا نہیں لیتا۔ (لا اُخرجُ احداً من الدنیا اُرید اغفرلہٗ حتّی استوفی کلّ خطیئۃٍ فی عنقہٖ بسقمٍ فی بدنہٖ واقتارٍ فی رزقہٖ) خاکسار بھی چونکہ اپنے بچپن کے زمانہ سے ہمیشہ بیماری میں مبتلا رہا ہے اسلئے یہ ارشاد سنکر

بیحد خوشی ہوا۔ اور اپنی سب تکالیف مجھے راحت نظر آنے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے غفران سے کہا کہ بھائی بہت کچھ نمونہ جناب الٰہی کی مغفرت کا میں نے دیکھ لیا۔ اور یہاں کا معاملہ تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اور میں اب تھک بھی گیا ہوں اب تو مجھے واپس لے چل۔ چنانچہ ہم واپس ہوئے مگر راستہ میں میری تکان کو دیکھ کر اس نے مجھے باتوں میں مصروف رکھا اور بتاتا گیا کہ مغفرت کی بعض وجوہ اور اسباب کیا ہیں۔ چنانچہ مختصراً عرض کرتا ہوں۔

مغفرت کی بعض وجوہ

اوّل یہ کہ کوئی شخص خواہ اس کا کتنا ہی ایمان ہو یا کتنے ہی اعلیٰ عمل ہوں ابدی جنت اور دائمی مغفرت کا وارث صرف اپنی کوشش کیوجہ سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ سب چیزیں جاذب فضلِ خدا ہیں۔ پس اصل چیز فضلِ الٰہی ہے۔ اور کسی انسان کی نجات عمل پر نہیں بلکہ فضل پر موقوف ہے۔

(۲) دوسرا اصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بڑا ہی نکتہ نواز ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ وہ بالارادہ غفور رحیم ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کسی کو بے حساب بخشتا ہے۔ کسی کو ہلکا سا حساب لیکر اور کسی سے پورا حساب مانگتا ہے۔

(۴) اس کا رحم ہمیشہ اس کے غضب پر غالب ہے۔

(۵) اسکی سب سزائیں بھی کسی حکمت۔ مصلحت اور اصلاح پر مبنی ہیں نہ کہ خفگی اور غصہ پر یہانتک کہ جہنم بھی ایک شفاخانہ ہے اور عارضی ہے نہ کہ دائمی۔

(۶) تمام مخلوقات میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو کسی کا کوئی گناہ بخش سکے۔ گناہوں کی بخشش صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے۔ اِنّہٗ لا یغفر الذنوب الا اللّٰہ۔

(۷) اس کی درگاہ ظلم کے عیب سے بالکل پاک ہے۔ وہاں تو یا رحم ہے یا انصاف ہے یا مناسب سزا۔

(۸) نیکی کا بدلہ نیک ہے بلکہ بہت بڑھکر ملتا ہے۔ بدی کی سزا بڑھا کر نہیں بلکہ اتنی ہی دیجاتی ہے۔ اگر کوئی نیکی کی صرف نیت کرے۔ تو اس نیت کا اجر بھی ملتا ہے۔ لیکن بدی کی نیت کرے اور کر نہ سکے۔ تو کوئی سزا نہیں۔ اور اگر بدی کا ارادہ کرکے پھر بدی کرنے سے پہلے ہی اس سے باز آجائے۔ تو پھر وہ نیکی محسوب ہوتی ہے نہ کہ بدی۔

(۹) استغفار کی دُعا اس بارگاہ الٰہیہ میں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔

(۱۰) کوئی دوسرا شخص کسی کیلئے مغفرت کی دُعا کرے۔ وہ نہ صرف اس شخص کیلئے مقبول ہوتی ہے بلکہ دُعا کرنے والا بھی برابر کی مغفرت کا حصہ پاتا ہے۔ اور زندوں کا بہترین ہدیہ مُردوں کے لئے استغفار ہی ہے۔

(۱۱) غفور رحیم خدا نے بے انتہا فرشتے عالمین کے ہر گوشہ اور کونے کونے میں بٹھا رکھے ہیں۔ اور ایک نہایت معزز اور مقرب طبقہ ملائکہ کا اپنے عرش کے گرد مقرر کیا ہے تاکہ وہ ہر وقت انسانوں کے لئے مغفرت کی دُعا اور سفارش کرتے رہیں۔ خدا تعالیٰ مغفرت کرنے سے ذرا نہیں ہچکچاتا خواہ کسی مومن کے گناہ پہاڑ جتنے ہوں یا آسمان تک ہوں۔ اور ہر روز لاانتہا گناہ انسانوں کے اس غفور رحیم کے فضل و کرم سے یُونہی بلا وجہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

(۱۲) آخرت میں تمام انبیاء خصوصاً سرتاج انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ دیگر جملہ مقربین بھی شفاعت کا اذن پائیں گے اور لاتعداد مخلوق انکی شفاعت سے بخشی جائیگی اور نہ صرف بزرگوں اور نیکوں بلکہ قرآن مجید اور اس کی سورتوں کی سفارش اور شفاعت بھی گنہگاروں کی مغفرت کرائیگی۔

(۱۳) بالآخر خود وہ غفور رحیم یہ کہکر اپنا ہاتھ جہنم میں ڈالیگا کہ سب شفاعت کرنے والے اپنی اپنی شفاعت کر چکے۔ اب مجھ رحمان حنان منان کی شفاعت کی باری ہے۔ یہ کہکر وہ باقیماندہ سب سزا یافتوں کو نکال لیگا۔ جہنم اپنے سکان سے خالی ہو جائیگا۔ اور رحمت الٰہی کی نسیم اس کے دروازوں کو کھڑ کھڑائے گی۔ اور فرعون اور ابو جہل تک بھی ایک محدود زمانہ کے بعد اس غفور رحیم کی مغفرت کی چادر میں لپٹے ہوئے نظر آئینگے۔ جہنم تبھی تک مجرم کو اپنے اندر رکھے گا جبتک کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حتّیٰ اذا ھُذّبوا ونقّوا۔ یعنی جونہی تہذیب اخلاق اور پاکیزگی قلب وہاں مجرم کو حاصل ہو گئی۔ اور وہ اس قابل ہو گیا کہ جنتیوں کے ساتھ مل کر بکمال اخلاق و نیکی اپنی زندگی وہاں پُرامن طور پر بسر کر سکے۔ اسی وقت وہ جہنم سے جنت کی طرف دھکیل دیا جائیگا۔ اور سخت سزائیں تو صرف سخت اور اشد طبائع کو ہی ملتی ہیں۔

(۱۴) بعض لوگ اس وسوسہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ تو پھر کیوں وہ ان کو دوزخ میں ڈالیگا۔ سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جہنم تو دراصل معاند مشرکین سخت ترین مفسدین اور خدا و رسول کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے ہی ہے۔ اور ماں باپ بھی جب ان کی اولاد متمرد اور سرکش ہو جائے۔ تو ان سے بیزار اور اُنکے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ان اللہ لا یعذب من عبادہ الا المارد المتمرّد الّذی یتمرّد علی اللّٰہ و ابیٰ ان یقول لا الٰہ الا اللّٰہ۔ ایسے لوگوں کے سوا باقی گنہگاروں کے ساتھ جو سلوک یہاں ہو رہا ہے وہ تو نے آج خود دیکھ ہی لیا ہے۔ فسبحان اللّٰہ عمّا یصفون۔

اعمال صالحہ

ان باتوں کے سوا جو تیری نظر کے آگے سے گذریں اور ہزاروں طریقے مغفرت الٰہی کے اجرا کے ہیں۔ اور لاکھوں اعمال ایسے ہیں۔ جن کو حضرت غفور رحیم پسند کرکے اس شخص پر اپنی مغفرت کا ابر چڑھا دیتے ہیں۔ کہیں نماز روزہ اخلاق پسندیدہ۔ بزرگوں کو خوش رکھنا۔ والدین کی اطاعت۔ خاوند کی فرمانبرداری۔ یتیموں کی پرورش۔ صدقہ و خیرات توبہ استغفار۔ تبلیغ۔ ذکر الٰہی۔ خشیۃ اللہ اور تقویٰ۔ خدا تعالیٰ پر امید رکھنا۔ کبائر سے بچتے رہنا۔ بزرگوں کا ادب کرنا۔ دوسروں کے قصور معاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا۔ بکثرت اور محبت کیساتھ درود پڑھنا۔ اخلاص جہاد۔ قربانیاں۔ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ غرض تمام اچھے طریقے بلکہ اور جملہ نیک اعمال مومنوں کے لئے مغفرت کو جاذب کرتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اس درگاہ کی نکتہ نوازی ہی انسان کی بخشش کا موجب ہو جاتی ہے۔ تیرا پھر کبھی ادھر آنا ہوگا۔ تو باقی مضمون تجھے سناؤں گا اور تیرے مرشد احمد نے تو بامر الٰہی دنیا میں ایک مغفرت خانہ کھول ہی رکھا ہے۔ میں نے کہا وہ کونسا؟ کہنے لگا وہی جو بہشتی مقبرہ کہلاتا ہے۔ تمہاری جماعت نہایت خوش قسمت ہے۔ جو بات اگلی امتوں اور اس امت کے پہلے لوگوں تک کو حاصل نہیں ہوئی وہ خدا کے فضل سے تمہیں حاصل ہے۔ اس مقبرہ کا ہر مدفون عاقبت میں اپنی قبر کے اندر سے مغفرت کے کپڑے پہنے ہوئے باہر نکلے گا۔ پھر غفران بولا کہ اچھا یہ تو بتا۔ تو اس مقبرہ کے متعلق ذاتی علم بھی رکھتا ہے۔ کچھ وہاں کے عجیب واقعات مغفرت الٰہی کے مجھے سنا۔ دیکھ میں نے تجھے اتنی سیر یہاں کی کرائی ہے۔ اب تو بھی ایک دو چشم دید واقعات ایسے مجھے بتا کہ دل خوش ہو جائے میں نے کہا لو سنو

بہشتی مقبرہ کے متعلق عجیب واقعات

ایک واقعہ تو مولوی نابھہ صاحب کا ہے۔ وہ بیچارے قادیان سے دُور ایک شہر نابھہ میں رہتے تھے ضعیف العمر تھے اور غریب۔ اگر وہ وہاں مرجاتے۔ تو اس زمانہ میں نہ تو کوئی انتظام نعش لانے کا تھا۔ نہ ان کے وارثوں میں اتنی مالی وسعت تھی۔ ایک دن موت سے شاید بہ دن پیشتر ان کے دل میں یکدم سخت اشتیاق اور جوش قادیان آنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا۔ اور وہ سیدھے ریل پر بیٹھ کر بٹالہ آ اترے۔ ان دنوں ریل قادیان تک نہیں آتی تھی۔ میں اسی روز قادیان سے اپنی ملازمت پر جا رہا تھا۔ کہ موضع وڈالہ کے پاس سڑک پر وہ مجھے ملے۔ چنگے بھلے اور خوش و خرم تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح آئے کہنے لگے۔ کہ میں یکدم قادیان کے لئے ایسا بیقرار ہوا۔ کہ ایک منٹ نابھہ میں نہ ٹھہر سکا۔ چند روز یہاں رہ کر پھر واپس جاؤنگا۔ اس کے بعد میرا یکہ بٹالہ کی طرف چلا۔ اور ان کا قادیان کی طرف۔ میں جب اپنی ملازمت کی جگہ پہنچا تو دوسرے یا تیسرے دن اخبار الفضل کا جو پرچہ مجھے ملا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ مولوی نابھہ صاحب قادیان آئے تھے۔ وہ آتے ہی بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ اور مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے۔ سو یہ خدا کے فضل کا ایک نشان میں نے دیکھا۔ کہ وہ غریب اور کمزور شخص کو سینکڑوں میل سے یکدم اس کے دل کو انگیخت کرکے قادیان عین اس کی موت کے وقت لے آیا۔ ورنہ وہ بیچارا دیں نابھہ میں ہی دفن ہوتا۔ کیونکہ اسکی نعش کے قادیان لانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لئے مقبرہ بہشتی نے خود ہی اسکو کھینچ لیا۔

دوسرا واقعہ اس سے بھی عجیب تر ہے شیخ محمود عرفانی صغیر مرض الموت میں گرفتار ہوئے۔ پہلے وہ موصی نہ تھے۔ مرنے سے صرف چند روز پہلے انہوں نے ایک وصیت لکھ کر دفتر مقبرہ بہشتی میں بھیجدی۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ فوت ہو گئے۔ اور عین اس دن مرے۔ جس دن اعلان مصلح موعود کا جلسہ ہوشیارپور میں تھا۔ اور قادیان کے قریباً سب مرد وہاں شرکت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ نہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ قادیان میں تھے نہ دیگر بزرگ۔ ایک سنسان منظر تھا۔ اور اہل میت کو یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ عرفانی صغیر ایسے دن فوت ہوئے۔ جب قادیان میں جنازہ پڑھنے والے بھی نہیں دکھائی دیتے۔ عرفانی کبیر نے ہوشیارپور حضرت امیر المومنین اور حضرت مولوی سرور شاہ کو وفات کی اطلاع دی۔ اور حضور سے یہ درخواست کی۔ اس خادم دیرینہ کو قطعۂ خاص میں جگہ دی جائے اور حضرت مولوی سرور شاہ صاحب سیکرٹری مقبرہ کو یہ لکھا۔ کہ چونکہ اس کی وصیت ابھی دفتر میں ہے اور فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے آپ نعش کو مقبرہ بہشتی میں دفن ہونے کی اجازت دے دیں۔ چند گھنٹہ کے بعد دونوں تاروں کا جواب آگیا۔ حضور نے تو یہ لکھا۔ کہ قطعہ خاص میں جگہ نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کے لئے خاص شرائط ہیں۔ چنانچہ ابھی پر عمل ہوا۔ اور حضرت مولوی صاحب نے تار دیا۔ کہ وصیت نامنظور ہے اس لئے دفن کی اجازت نہیں۔ غالباً اس لئے کہ وصیت مرض الموت میں کی گئی تھی۔ مگر ادھر مغفرت الٰہی کھڑی نعش پر ہنس رہی تھی۔ کہ میں نے مقبرہ میں لے جانے کے لئے ہی تو آج کے دن تجھے موت دی ہے۔ اور نامنظور کرنے والوں کو وہاں بھیجدیا ہے۔ تو تسلی رکھ۔ تیری خدمات ضائع نہیں جائینگی۔ اور تو اسی مقبرہ میں دفن ہو کر رہے گا۔ جس کا مستحق دفتر والے تجھے نہیں سمجھتے۔ غرض یوں ہوا کہ ہوشیارپور سے آدھی رات کو صدر انجمن کے بعض ممبر قادیان پہنچ گئے۔ اور صبح ہی جلسہ کر کے انہوں نے غیر معمولی حالات میں اس وصیت کو منظور کر لیا۔ اور دوپہر کے نماز جنازہ ہو کر مرحوم مقبرہ میں داخل ہو گیا۔ دوپہر کی گاڑی کا وقت جس پر حضرت مولوی سرور شاہ صاحب وغیرہ نے قادیان آنا تھا ڈیڑھ بجے دوپہر کا تھا۔ لیکن گاڑی اسدن ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہو گئی۔ اگر گاڑی اپنے وقت پر آتی تو یقیناً عرفانی صغیر وہاں دفن نہ ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ۲ بجے کے بعد سپرد خاک ہوئے تھے۔ پس میں نے اپنی آنکھوں سے تصرف خاص اس معاملہ میں مغفرت الٰہی کا دیکھا۔ اور ایمان لایا اس بات پر کہ انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ یعنی جب مشیت الٰہی فضل کرنے پر آتی ہے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور ہم لوگ جو اس بات پر مغموم تھے۔ کہ خلیفۃ المسیح اسوقت قادیان میں موجود ہیں نہ دیگر بزرگ۔ ان پر بھی واضح ہو گیا۔ کہ یہ سب معاملہ حکمت الٰہی کے ماتحت ہوا اور خدا کی بخشش و مغفرت ارادہ کر چکی تھی کہ محمود عرفانی بہشتی مقبرہ میں باوجود متعدد روکوں اور بعض قواعد کے خلاف ہونے کے ضرور ضرور داخل ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

غفران کی سرگوشی

غفران یہ قصے سنکر ہنسا۔ پھر کہنے لگا۔ کہ ذرا اپنا کان تو ادھر لا۔ میں اس کی طرف جھکا تو اس نے ایک ایسی بات میرے کان میں کہی۔ جس سے بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور میرے منہ سے سوائے الحمد للہ۔ اور جزاک اللہ کے کچھ نہ نکل سکا۔

غفران کی باتیں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں کہ وہی بڑا دروازہ جس سے ہم میدان محشر میں داخل ہوئے تھے نظر آنے لگا۔ اسے دیکھتے ہی جو ربودگی مغفرت الٰہی کے نشہ کی مجھ پر مستولی تھی۔ وہ جاتی رہی اور میں بیدار ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں اپنے پلنگ پر کاغذ قلم لئے یہی مضمون لکھ رہا ہوں۔ مگر میں نے اپنے پورے ہوش میں صرف یہ آخری ایک فقرہ لکھا۔ کہ:-

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

انجمن احمدیہ سونگھڑہ ضلع کٹک کا سالانہ اجتماع

۱۶ جون ۱۹۴۴ء اور دو تاریخ بعد کو محلہ کوسنی پیٹ آفس سونگھڑہ میں منعقد ہوگا۔ احمدی احباب کو اس اجتماع میں شریک ہو کر اس انجمن کو ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ خوراک و رہائش کا انتظام ہو [illegible] جلسہ ہو سکے انشاء اللہ خاکسار سید ضیاء الحق احمد انجمن احمدیہ سونگھڑہ

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۱۲ رجون۔ جنرل آئزن ہوور کے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا گیا ہے کہ فرانس میں اتحادی پیش قدمی جاری ہے۔ ہر جگہ بڑے زور کی لڑائی ہو رہی ہے۔ امریکن دستوں نے لیسزا کے شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ ہماری فوجوں کو امداد اور سامان جنگ برابر پہنچ رہا ہے۔ کل موسم خراب تھا۔ پھر بھی اتحادی بمباروں نے لڑائی کے محاذ سے پیرس تک دشمن کے ٹھکانوں پر سخت حملے کئے۔ آسٹنڈ کے پاس کل دشمن کی یو بوٹوں پر بھی حملہ کیا گیا۔ اور ایک کو آگ لگا دی۔ اتحادی فوجیں ایک اکیاون میل چوڑے علاقہ میں کہیں کہیں تیرہ میل تک آگے بڑھ چکی ہیں۔ دائیں بازو پر پیش قدمی زیادہ ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ امریکن بمباروں نے کل روس اور اٹلی کے اڈوں سے اڑ کر رومانیہ اور یوگوسلاویہ میں دشمن کے ٹھکانوں پر حملہ کیا۔

لنڈن ۱۲ رجون۔ بحیرہ روم کے محاذ کے اتحادی کمانڈر روسی سٹاف کے ساتھ بات چیت کے لئے ماسکو گئے تھے۔ اور اب واپس اٹلی پہنچ گئے ہیں۔

ماسکو ۱۲ رجون۔ مارشل سٹالن نے ایک اعلان میں بتایا ہے کہ روسی فوجوں نے کریلیا میں ایک زبردست حملہ شروع کیا ہے۔ اور ۲۵ میل چوڑے علاقہ میں کہیں کہیں ۱۵ میل آگے بڑھ گئی ہیں۔

کراچی ۱۲ رجون۔ سندھ پراونشل ہندو سبھا نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ سندھ کے ہندو وزیروں کی حمایت ترک کر دی جائے سندھ گورنمنٹ نے لوکل باڈیز میں مخلوط انتخاب کی تنسیخ کا فیصلہ کیا ہے۔

دہلی ۱۲ رجون۔ شمالی برما میں مچینا کے شہر پر لڑائی ہو رہی ہے۔ اتحادی فوج نے موگانگ۔ بانیا۔ اور مترک کے چوراہے پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۱۲ رجون۔ اٹلی کی خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ ہر محاذ پر اتحادی بڑھ رہے ہیں۔ اور روم سے ساٹھ میل آگے نکل چکے ہیں۔ جرمن فوجوں میں مکمل طور پر ابتری پھیلی ہوئی ہے۔

دہلی ۱۲ رجون۔ ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کوہیما امپھال روڈ پر جاپانی کئی دیہات کو خود ہی خالی کر گئے ہیں۔

لنڈن ۱۱ رجون۔ جرمن لیڈر ڈاکٹر گوئبلز نے ایک بیان میں کہا کہ اتحادیوں کا ساحل پر اتر آنا ہمارے فائدہ کی بات ہے اگر وہ یہاں نہ اترتے تو ہمیں وسیع پیمانہ پر خشکی پر ٹکر لینے کا موقعہ نہ ملتا۔ فتح اسی علاقہ میں ہو سکتی ہے۔ جہاں جرمن فوجیں ناقابلِ تسخیر ہوں۔ ہم اس دن کا انتظار کر رہے تھے۔

لنڈن ۱۲ رجون۔ جو جرمن آبدوزیں اتحادی سپلائی لائن کو کاٹنے کی کوشش میں ہیں اتحادی بحری اور ہوائی جہازوں کے مقابلہ پر آگئے ہیں اور وسیع پیمانہ پر سرگرمیاں شروع ہو چکی ہیں۔

سرینگر ۱۱ رجون۔ مسٹر جناح نے اعلان کیا ہے۔ کہ پیر اکبر علی صاحب احمدی ایم ایل اے سے ملاقات کے دوران میں میں نے کہا تھا کہ مسلم لیگ کے آئین۔ کی رو سے ہر ایک ہندوستانی مسلمان جس کی عمر ۱۸ سال سے کم نہ ہو۔ مسلم لیگ کا ابتدائی ممبر ہو سکتا ہے اور آئین کی اس دفعہ کے ماتحت احمدی بھی ممبر ہو سکتے ہیں۔ احمدیوں کو شامل ہونے کی اجازت میں نے اپنے خاص اختیارات سے نہیں دی۔

لاہور ۱۱ رجون معلوم ہوا ہے کہ پنجاب اسمبلی کے قریباً ساٹھ مسلمان یونینسٹ ممبر مسلم لیگ سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سکندر جناح پیکٹ کے نتیجہ میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے تھے۔ اگر وہ کوئی پیکٹ ہی نہیں تو ہم ممبر کیسے رہ سکتے ہیں۔

لنڈن ۱۱ رجون۔ اتحادیوں نے بڑی ریلوے لائن کو کاٹ کر جزیرہ نما شیربورگ کو شمالی فرانس سے کاٹ دیا ہے۔ کین کے محاذ پر جرمن اتحادی مورچوں میں کچھ شگاف کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس وقت فرانس میں فریقین کی دو دو لاکھ فوج نبرد آزما ہے۔ اتحادیوں نے کین سے ایسانی تک ٹھوس محاذ قائم کر لیا ہے۔